تعریف اضافی

تعریف المضاف والمضاف الیہ منفردا

اصل:

مایبتنی علیہ غیرہ

فقہ

معرفۃ النفس مالھا وما علیھا

متقدمین

ھو علم بالاحکام الشرعیۃ الفرعیۃ العملیۃ من ادلتھا التفصیلیۃ

متاخرین

تعریف لقبی (تعریف المرکب)

ھو علم بقواعد یتوصل بھا المجتہد الی استنباط الاحکام من ادلتھا التفصیلیۃ

موضوع

الادلۃ والاحکام

الادلۃ من حیث انھا مثبتۃ للاحکام (اسم فاعل کا صیغہ)

والاحکام من حیث انھا مثبتۃ من الادلۃ

پہلا اسم فاعل ہے اور دوسرااسم مفعول

غرض و غایت

تحصیل القدرۃ علی استنباط الاحکام من ادلتھا التفصیلیۃ

مصنف کا نام

نظام الدین الشاشی

ابو ابراہیم الخراسانی الشاشیی

وقال بعض اسمہ خمسین لانہ کتب فی عمرہ خمسین

او کتبہ فی خمسین یوما

وفاتہ 335 من الھجرۃ

مائة وخمسة وثلاثون

اساتذتہ

وانہ روی بامام محمد رحمہ اللہ بواسطتۃ زید بن اسامہ وباستاذہ ابو سلیمان جوزجانی رحمہ اللہ

تعریف القرآن

المنزل علی الرسول المکتوب فی المصاحف المنقول عنہ نقلا متواترا بلا شبھۃ

يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ

وجہ حصر

لطظ یا تو ایک معنی پر دلالت کرے گا یا زیادہ پر؟ پہلی میں اگر وہ تنہا پر دلالت کرے تو خاص ہے ورنہ عام، دوسری صورت میں اگر کو ایک کی تاویل ہوجائے تو مؤول ورنہ مشترک

عام کے معنی بھی خاص کی طرح عام کے ہوتے ہیں بس وضع میں تعداد کے اعتبار سے وضع اور عدم وضع کا ہوتا ہے

کافر وضو کا اہل ہے مگر ثواب نہیں، عبداللہ بن مسعود دس دن رہ گئے تو نکاح میں مشغول ہوتا، عقود مالیہ میں مال کا ساقط کرنا ہوسکتا ہے مگر نکاح میں نہیں

دْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا

ماترکت بعدی فتنۃ اشر علی الرجال من النساء

اجماع میں کافر نکاح کا اہل نہیں

قیاس عقود مالی کی طرح ہے

خیر الناس خفیف الحاذ، قیل وما خفیف الحاذ یا رسول اللہ؟ قال لا اھل لہ ولا ولد لہ

انکحو الایامی منکم

فانکحوا ماطاب لکم

النکاح من سنتی

جہاد نفل سے زیادہ ہے اور نکاح جہاد کا ذریعہ ہے

قیاس میں آدم کی بیٹیوں کی عصمت کی حفاظت

ترک نکاح ہونا ان کی شریعت میں تھا

ایک تعریف دوسرے کی افضیت کے منافی نہیں

حتی تنکح زوجا غیرہ

ایما امراۃ نکحت بلا اذن ولیھا فنکاحھا باطل باطل باطل

لانکاح الا بولی

تنکح کا صیغہ مشترک ہے مگر جب اسناد الی الفاعل ہوگا تو خاص ہوجائیگا کیونکہ مذکر کی طرف اسناد درست نہیں

الایم احق بنفسھا

ایم بیوہ

عائشہ رضی اللہ عنھا نے اپنے بھائی عبدالرحمن کی بیٹی کا نکاح خود کیا جو انہوں نے ناپسند کرتے ہوئے بھی باقی رکھا

آیت

لاتعضلوھن ان ینکحن ازواجھن

فاذا بلغن اجلھن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن بالمعروف

والعام

ماملکت ایمانکم

ان تجمعوا بین الاختین

لایغرم صاحب سرقۃ اذا اقیم علیہ الحد

الائمۃ من قریش

ماتیسر من القرآن سے مادون الایۃ کو خاص کیا گیا ہے اس وجہ سے یہ ظنی ہوگا، جواب مادون الایۃ کے تحت یہ داخل نہیں کیونکہ ان کو قاری نہیں کہا جاتا اور ان کی قراءت جنبی کے لیے حرام ہے

المومن یذبح علی اسم اللہ، سمی او لم یسم

العام الذی خص عنہ البعض

عام سے کچھ افراد کو نکالا جائیگا تو نکالے جانے کی دلیل یا تو مجھول ہوگی یا معلوم، اگر مجھول ہونگے تو باقی میں بھی ان کی تخصیص کا احتمال ہوگا اور اگر معلوم ہوگی تب بھی باقی میں علت کا احتمال ہوگا اور جب علت بائی جائیگی تو ان میں بھی تخصیص ہوجائیگی

مجھول کی مثال "احل اللہ البیع وحرم الربوا" ہر بیع میں زیادتی پوتی ہے تو ربو میں بھی زیادتی ہوتی ہے؟ تو یہ خاص کرنا مجھول ہے اس وجہ سے چھ چیزوں والی حدیث سے اس کی تخصیص صحیح ہوگئی

معلوم کی مثال

فاقتلوالمشرکین حیث وجدتموھم اس میں عموم ہے پھر وان احد من المشرکین استجارک میں ان کی تخصیص ہوگئی کہ جو امان مانگے اس کو دیدو تو اس کی مزید تخصیص حدیث سے بھی ثابت ہوئی کی بوڑھوں اور بچوں کو قتل مت کرو اور علت نہ لڑنا مشترک ہوئی

عام کا حکم متصل ہونا ضروری ہے ورنہ وہ نسخ ہوجائیگا

کم از کم تین افراد باقی رہنے چاہیئں ورنہ یہ بھی نسخ ہوگا الا یہ کہ وہ جمع معرف باللام ہو تو اس کو جنس کے معنی میں لے کر ایک تک بھی لے جایا جاسکتا ہے

المطلق والمقید

امام مالک کے یہاں ولاء شرط ہے آپ کی مواظبت کی وجہ سے

امام شافعی کے یہاں نیت اورترتیب شرط ہے

ترتیب: لایقبل اللہ صلاۃ امرء حتی یضع الطہور مواضعہ فیغسل وجہہ ثم یدیہ

نیت: انما الاعمال بالنیات

اصحاب ظواہر بسم اللہ فرض ہے

لا وضوء لمن لم یسم

نماز میں خبر واحد سے فاتحہ کو واجب کہا اور یہاں خبر واحد سے سنت تو یہاں کیوں واجب نہ کہا

جواب یہ ہے کہ وہاں خبر واحد اصل کے بارے میں تھی اور یہاں تابع کے بارے میں اور ایسی صورت میں تبع کو اصل کے برابر کرنا لازم آتا

مواظبت وجوب کی دلیل نہیں جیسا کہ اعتکاف

اعمال کے ثواب کا دارومدار مراد ہے

ترتیب والی حدیث ضعیف ہے اور ابو داؤد میں ہے کہ آپ ایک دفعہ مسح بھول گئے تو وضو کے بعد مسح کیا

ظواہر کا جواب یہ ہیکہ نفی کمال کی ہے

امیہ بن خلف جو کوڑے مار کر جب جلا وطن کیا تو وہ نصرانی ہوگیا عمررضی اللّٰہ عنہ نے فرمایا کہ ب کسی کو جلا وطن نہیں کرونگا

الطواف حول البیت مثل الصلاۃ

احناف کے نزدیک مطلق کو مقید کی وجہ سے وضو شرط نہیں

باقی سات چکر اور حجر اسود سے ابتداء شاید خبر مشہور سے ہوئی ہو

امام شافعی اورابو یوسف کے نزدیک تعدیل فرض ہے دلیل خلاد بن رافع کی روایت ارجع فصل فانک کم تصل

امام مالک اور شافعی کے نزدیک زعفران ملے پانی کی موجودگی میں تیمم جائز اور ایسے پانی سے وضو ناجائز، اور احناف میں جائز

اسی طرح ظہار میں کھانا کھلانے کی صورت میں بھی من قبل ان یتماسا شرط ہے امام شافعی مالک اور محمد کے نزدیک قیاس کرتے ہوئے بقیہ دو پر

والذیں یظاہرون من نسائھم

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَٰكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا عَقَّدتُّمُ الْأَيْمَانَ ۖ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ۖ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ۚ ذَٰلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ ۚ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ‎

ومن قتل مومنا فتحریر رقبۃ مومنۃ

وامسحوا بروؤسکم میں باء تبعیض کے لیے ہے اور مسح کے لفظ کے بعد باء تبعیض کو بتاتی ہے اور اور اگر باء نہ ہو تو کل کو، اسی وجہ سے امام مالک اور محمد کے نزدیک کل سر کا مسح ضروری ہے اور ہمارے اور امام شافعی کے درمیان بعض کا

اور پھر امام شافعی کے نزدیک چند بال بھی کافی ہیں اور ہمارے نزدیک کم از کم مقدار ناصیہ ضروری ہے

رفاعہ قرظی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی تھیں انہوں نے اس کے بعد عبد الرحمن بن زبیر سے نکاح کیا مگر ان کو نامرد پایا تو واپس جانا چاہا

ن عائشة- رضي الله عنها- مرفوعاً: «جاءت امرأة رفاعة القرظي إلى النبي -صلى الله عليه وسلم- فقالت: كنت عند رفاعة القرظي فطلقني فَبَتَّ طلاقي، فتزوجت بعده عبد الرحمن بن الزَّبير، وإنما معه مثل هُدْبَةِ الثَّوْبِ، فتبسم رسول الله -صلى الله عليه وسلم- وقال: أتريدين أن ترجعي إلى رفاعة؟ لا، حتى تَذُوقي عُسَيْلَتَهُ، ويذوق عُسَيْلَتَكِ،

ناکح الید ملعون

الحقیقۃ والمجاز صریح کنایہ

دلیل حصر :لفظ اپنے ’’موضوع لہ ‘‘میں استعمال ہوگا یا نہیں اگر ’’موضوع لہ ‘‘میں استعمال ہے تو ’’حقیقت ‘‘ہے ورنہ ’’مجاز ‘‘اور لفظ کا معنی ( موضوع یا غیر موضوع لہ )استعمال میں واضح ہوگا یا نہیں اگرواضح ہے تو ’’صریح ‘‘کہلائے گا ،ورنہ ’’کنایہ ‘‘

پہلی تقسیم کتاب اللہ کی تقسیم معنی وضعی اعتبار سے تھی جس میں خاص عام مشترک اور موؤل کا بیان تھا

دوسری تقسیم استعمال فی المعنی کے اعتبار سے ہے جس میں لفظ کو معنی میں استعمال کے اعتبار سے بھی چار قسمیں ہیں جس میں حقیقت مجاز صریح اور کنایہ ہیں

لفظ اپنے موضوع لہ میں استعمال ہوگا یا علاقہ کی وجہ سے غیر موضوع لہ میں، اول حقیقت ثانی مجاز ہے پھر اگر معنی واضح ہیں تو صریح ہے ورنہ کنایہ ہے

وضع کی چار قسمیں ہیں

لغوی، شرعی، عرفی عام، عرفی خاص

امام شافعی کے یہاں حقیقت مجاز کو جمع کیا جاسکتا ہے۔ لا تنکح ما نکح آباءک اس میں وطی حقیقی اور نکاح مجازی دونوں میں استعمال ہے

ہم کہتے ہیں کہ ایک وقت میں قیمتا اور عاریۃ کپڑا نہیں پہنا جاسکتا اور مجاز کو مجاز کہنے کی وجہ ہی یہ ہے کہ اپنے اصل سے تجاوز کرچکا ہے

امام شافعی کا الزامی جواب یہ ہے کہ جمع نہیں ہوا بلکہ نکاح ہوگا تو وطہ ہوگی

امہات پر اعتراض کے دو جواب ہیں ایک تو یہ کہ ہم آیت سے تسلیم ہی نہیں کرتے بلکہ اجماع سے کرتے ہیں اور بہتر جواب یہ ہے کہ یہ علی سبیل عموم المجاز ہے جو ہمارے یہاں بھی جائز ہے اور وہ یہ ہیکہ لفظ کا ایسا عمومی معنی مراد لیا جائے جس میں دونوں لفظ کا مراد آجائیں جیسا یہاں پر ہم ام کو اصل کے معنی میں علی عموم المجاز لیں گے اور اس میں دادی نانی بھی آجائینگی

ولا تنکحوا ما نکح آبائکم

حرمت علیکم امھاتکم

ان دو آیتوں میں حقیقت مجاز کا جمع کرنا لازم آرہا ہے

جواب یہ ہیکہ آباء اس آیت سے نہیں بلکہ اجماع سے ہیں یا علی سبیل عموم المجاز ہیں

آباء اور امہات سے اصول کا معنی مراد لیں گے علی سبیل عموم المجاز

صاحبین کے نزدیک مصابہ بالفجور باکرہ کے حکم میں ہی نہیں بلکہ ثیبہ کے حکم میں ہے اور امام صاحب کے نزدیک مجازا باکرہ ہے

صاحبین کے نزدیک وصیت اگر بیٹے کے لیے کی تو پوتے شامل ہونگے جیسے امان میں ہوتے ہیں

امام صاحب کے نزدیک نہیں ہونگے

امام صاحب نے اس کو امان سے الگ کیا ہے کیونکہ وہاں جان بچانی تھی تو ادنی مشابہت کا بھی اعتبار کیا بر خلاف مال کے کہ اس میں فائدہ ہے جو بیٹے کے لیے نہ کہ جان بچانا

امام صاحب پر پھر اعتراض یہ آیا کہ پھر تو جدات کو بھی شامل کرو وہاں کیوں نہیں کیا تو جواب یہ ہیکہ جدات خود اصل ہیں تو وہ فرع کے تابع نہیں ہونگے جبکہ ابناء الابناء، ابناء کے تابع ہیں اس لیے شامل ہوگئے

تیسری مثال سے حتی تنکح والی آیت سے اعتراض ہوا کہ اس میں تو دونوں مراد لے لیے ہیں

تو وہاں پر عقد زوج سے سمجھ آرہا تھا تو نکاح کا ایک ہی معنی مراد لیا ہے

فی تعریف طریق الاستعارۃ

علم بیان والوں میں لفظ کی حقیقت چھوڑ کر غیر میں استعمال کرنا کسی علاقہ سے ہو تو استعارہ کہلاتا ہے اور بغیر علاقہ کے ہو تو مجاز اور اس مجاز کی ان کے یہاں پچیس قسم ہیں جسے حال بول کر محل، سبب بول کر مسبب یا کل بول کر جزء وغیرہ

جبکہ اصولیین کے نزدیک ان دونوں میں کوئی فرق نہیں یہ ایک ہی چیز ہیں

مصنف نے شرعی کا لفظ استعمال کرکے مجاز لغوی سے احتراز کیا ہے

اصولیین کے نزدیک ابتداء مجاز کی دو قسمیں ہیں:

**مجاز لغوی اور مجاز عقلی**

مجاز لغوی اس مجاز کو کہا جاتا ہے جس میں معنی موضوع لہ کو چھوڑ کر غیر معنی موضوع لہ میں استعمال کیا جائے جیسے شیر بہادر آدمی کے لیے

مجاز عقلی اس مجاز کو کہا جاتا ہے جس میں فعل یا معنی فعل کی نسبت اس چیز کی طرف کی جائے جس کے لیے وہ فعل ثابت نہ ہو جیسے: انبت الربیع البقل

مجاز لغوی کی دو قسمیں ہیں مرسل اور مستعار

مجاز مستعار اس مجاز کو کہتے ہیں جس میں معنی موضوع لہ کو چھوڑ کو غیر میں استعمال کیا جائے کسی علاقہ کی وجہ سے جیسے بہادر کو اسد کہنا

مجاز مرسل اس مجاز کو کہتے ہیں جس میں غیر موضوع لہ میں استعمال ہو بغیر علاقہ تشبیہ کے جیسے حررتک کہہ کرطلاق مراد لینا

اصولیین کے یہاں غیر علاقہ تشبیہ صرف دو ہیں علت اور حکم کا علاقہ، حکم اور سبب کا علاقہ

اس علاقہ کو اتصال مناسبت اور قرینہ بھی کہتے ہیں

علت: مایوجب الحکم بنفسہ ای بلا واسطۃ

حکم اور سبب: ھو مایکون مفضیا الی الحکم دون ان یکون موضوعا لہ

یعنی سبب حکم تک پہنچاتا ہے اس کے لیے لازم نہیں ہوتا جبکہ علت حکم کے لیے لازم ہوتا ہے

ظاہر،نص،مفسر اور محکم

پہلی تقسیم کتاب اللہ کی تقسیم معنی وضعی اعتبار سے تھی جس میں خاص عام مشترک اور موؤل کا بیان تھا

دوسری تقسیم استعمال فی المعنی کے اعتبار سے ہے جس میں لفظ کو معنی میں استعمال کے اعتبار سے بھی چار قسمیں ہیں جس میں حقیقت مجاز صریح اور کنایہ ہیں

پہلی تقسیم معنی وضعی کے اعتبار سے تھی دوسری استعمال فی المعنی کے اعتبار سے اور اب تیسری تقسیم معنی کے ظہور اور خفاء کے اعتبار سے ہے

تیسری تقسیم معنی کے ظہور کے اعتبار سے ہے جس میں

تضاد کی تعریف

ھو عدم اجتماع الامرین فی محل واحد فی زمان واحد من جھۃ واحدۃ

نص کا تقریبا وہی معنی ہے جو ظاہر کا معنی ہے بس اس میں ایک قید زائد اگر کردی جائے تو

یعنی لفظ معنی میں ظاہر ہے تو یہ ظاہر ہے اور اگر متکلم کی غرض اس ظاہر کلام میں جو معنی بتلانا مقصود ہو تو وہی ظاہر نص بن جائیگا جیسے کسی نے کہا کہ رائیت زیدا حین جاءنی القوم اس میں قوم کا آنا ظاہر ہے متکلم اس میں زید کا دیکھنا بتارہا ہے تو یہ اس معنی میں نص ہے

مفسر میں نبی کی حیات میں نسخ کا احتمال ہوتا ہے

مفسر بھی نبی کی حیات کے بعد محکم بن جاتا ہے

جن آیات میں ابدیت ہو یا اخلاق اور آداب ہوں وہ محکم ہونگے

محکم اور مفسر میں تقابل کی مثال واشھدوا ذوی عدل منکم اس سے توبہ کے بعد محدود فی القذف کی شہادت کا اعتبار سمجھ آرہا ہے مگر ولا تقبلو لھم شھادۃ ابدا سے اس کے تقابل میں اس کو ترجیح ہوگی

مشکل کی مثالیں

فاتوا حرثکم انی شئتم انی میں خفاء ہے

وان کنتم جنبا فاطھروا منہ اور ناک میں خفاء ہے کہ من وجہ ظاہر اور من وجہ باطن ہیں

مجمل کی مثال

احل اللہ البیع وحرم الربوا

متشابہ کی مثال حروف مقطعات جو بالکل پتہ نہ چلے یا پھر صفات باری تعالہ کے معنی پتہ ہو مگر حکم پتہ نہ چلے

**سنت رسول**

نبی اکرم کے اقوال و افعال کے چار اسماء معروف ہیں

خبر، اثر، سنت حدیث جمہور محدثین کے نزدیک یہ چاروں نام تقریبا مترادف ہیں البتہ بعض محدثین اس میں کچھ فرق کرتے ہیں جس کی تفصیل اصول حدیث کی کتابوں میں ہیں

علماء اصول فقہ ان چاروں ناموں میں کچھ فرق کرتے ہیں علماء اصول فقہ کے نزدیک حدیث نام ہے حضور کے اقوال افعال اور تقریرات کا

تقریر کا معنی ہے اثبات

السکوت فی محل بیان بیان

عام علماء اصول فقہ کے نزدیک اثر اور خبر بھی مرادف حدیث ہیں مگر بعض فقہاء فرق کرتے ہیں اور صرف حدیث موقوف پر اثر کا اطلاق کرتے ہیں جبکہ خبر کا اطلاق حدیث مرفوع و موقوف دونوں پر کرتے ہیں، یہ طریقہ صاحب ہدایہ اور صاحب بدائع کا ہے جیسا جب کہا جاتا ہے ہے کذا فی الحدیث تو حدیث مرفوع ہوتی ہے اور جب کسی صحابی کا قول ہو تو صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کذا فی الاثر، جبکہ سنت عام ہے کہ نبی کے افعال واقوال و تقریرات کو بھی شامل ہے اور صحابہ کے بھی

سنت کا ایک اور معنی بھی ہے کہ سنت ایک قسم ہے شریعت کے احکام خمسہ یا ستہ میں سے

فقہاء لکھتے ہیں کہ احکام شریعت پانچ ہیں جو یہ ہیں فرض سنت مباح مکروہ اور حرام

سنت شامل ہے نوافل کو بھی۔ امام اعظم ابو حنیفہ ایک چھٹی قسم بھی بتلاتے ہیں جس کا نام واجب ہے جس کا درجہ فرض سے کم اور سنت سے زیادہ ہے۔ دیگر ائمہ اس کے قائل نہیں ہیں

ان اقسام ستہ میں سے ایک کا نام سنت ہے جو کہ فرض اور واجب کے مقابل ہے۔

ماخذ اور اصل کے اعتبار سے حدیث کی تین قسمیں ہیں

حدیث مرفوع

حدیث موقوف

حدیث مقطعوع

مرفوع جس میں نبی علیہ السلام کے قول و فعل کا ذکر ہو

موقوف جس میں صحابی کا قول و فعل مذکور ہو

مقطوع جس میں تابعی کا قول و فعل ذکر ہو

حدیث مرفوع بالاتفاق مسائل شرعیہ میں حجت و دلیل ہے اور واجب اتباع ہے

حدیث موقوف بھی حجت ہے بشرطیکہ اس مسئلہ میں مرفوع حدیث موجود نہ ہو

مقطوع حجت نہیں ہے، اگر قرآن و سنت کی مؤئد ہو تو بہتر ورنہ مستقل حجت و دلیل نہیں ہے، ہاں موجب اطمینان و تسکین ضرور ہے۔

حدیث کی تقسیم باعتبار عدد رواۃ

دو طرح ہے ایک علماء اصول فقہ والوں کی ہے اور ایک محدثین کی ہے

علماء اصول فقہ کے نزدیک حدیث کی تین تقسیم ہیں، متواتر، مشہور اور واحد، وجہ حصر یہ ہیکہ اگر حدیث کے رواۃ ہر زمانے میں اتنے زیادہ ہوں کہ عقل ان کے کذب پر جمع ہونے کو محال سمجھے تو یہ متواتر ہے اور اگر اتنے زیادہ نہ ہوں تاہم صحابہ کے علاوہ کسی طبقہ میں تین سے کم نہ ہوں تو خبر مشہور ہے اور اگر کسی طبقہ میں تین سے کم ہوں یعنی دو یا ایک تو یہ خبر واحد ہے جسے خبر احاد بھی کہتے ہیں

متواتر سے یقینی علم حاصل ہوتا ہے نیز متواتر میں راویوں کی کوئی تعداد متعین نہیں بلکہ عقل کے سپرد ہے بعض علماء کے نزدیک متواتر میں کم از کم چار بعض نے دس، بارہ، بیس چالیس اور بعض نے ستر تک کی تعداد لکھی ہے مگر جمہور کے نزدیک کوئی تعداد نہیں

تقسیم ثانی

محدثین کے نزدیک حدیث کی تقسیم ثنائی ہے خبر متواتر اور خبر آحاد

وجہ حصر یہ ہیکہ حدیث کو روایت کرنے والی جماعت ہر زمانے اور طبقے میں اتنی بڑی ہو کہ عقلا ان کا اجتماع علی الکزب محال ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ خبر آحاد ہے احاد نام ہے راوی کا ایک ہونا ضوری نہیں خبر آحاد مفید ظن ہے عند الاکثر جبکہ خبر متواتر مفید علم یقین ہے متواتر احادیث بہت قلیل ہیں

پھر خبر واحد کی تین تقسیم ہے

خبر مشہور

خبر عزیز

خبر غریب

اگر روایت کرنے والی جماعت اتنی بڑی نہ ہو مگر کسی طبقے اور زمانے مین راوی تین سے کم نا ہوں تو یہ خبر مشہور ہے، اگر کسی طبقے میں یا تمام طبقات میں دو ہوں تو عزیز ہے یا کسی یا تمام طبقات میں راوی ایک ہوں تو وہ حدیث غریب ہے

پس محدثین کے نزدیک خبر مشہور خبر واحد کی قسم ہے جبکہ فقہاء کے نزدیک خبر مشہور مقابل ہے واحد کی

ان کا حکم

متواتر پر اعتقاد اور عمل کرنا دونوں واجب یے اور اس کا رد اور انکار کفر ہے، خبر متواتر کے ذریعے کتاب اللہ کے کسی حکم پر زیادتی اور اس کو منسوخ کرنا بھی جائز ہے

مشہور پر عمل تو واجب ہے مگر اعتقاد واجب نہیں، نیز خبر مشہور کے ذریعے کتاب اللہ کے کسی حکم پر زیادتی تو جائز ہے مگر کسی حکم کو منسوخ کرنا جائ نہیں۔ جبکہ خبر واحد کے ذریعے کتاب اللہ پر زیادتی کرنا بھی جائز نہیں اور عمل کے واجب ہونے پر بھی علماء کا اختلاف ہے۔

عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے اخروھن من حیث اخرھن اللہ

کبھی کبھی نصوص میں تعارض آتا ہے

ایسے موقع پر دفع تعارض کے چار موقع ہیں

جمع تطبیق،نسخ،ترجیح،توقف

اب ہمام اپنی کتاب تحریر میں لکھتے ہیں کہ عند الشوافع اس کی ترتیب یوں ہے

اول جمع و تطبیق تا کہ دونوں پر عمل ممکن ہو جبکہ دونوں پر جمع ممکن ہو

جمع و تطبیق ممکن نہ ہو تو نسخ پر عمل کیا جائیگابشرطیکہ مقدم اور مؤخر کا علم ہو تو مقدم کو منسوخ قرار دیکر چھوڑدیا جائیگا اور مؤخر کو ناسخ قراد دیکر اس پر عمل کیا جائیگا، نسخ احکام میں جاری ہوتا ہے ناکہ اخبار محض میں، کیونکہ اخبار میں نسخ کی صورت میں کذب یا جہل لازم آئیگا جس کی نسبت شارع کی طرف صحیح نہیں

اگر نسخ پر عمل بھی ممکن نہ ہو تو ترجیح پر عمل کیا جائیگا یعنی ایک کو راجح قرار دیکر اس پر عمل کیا جائیگا اور دوسری کو مجروح قرار دیکر چھوڑدیا جائیگا۔ وجوہ ترجیح علماء نے دس سے زائد بیان کی ہیں بعض بیس سے بھی زائد بتاتے ہیں

اور اگر ترجیح پر بھی عمل ممکن نا ہو تو چوتھا طریقہ توقف کا ہے یعنی دونوں نصوص پر کسی پر عمل نہیں کیا جائیگا اور دیگر ادلہ کی طرف ہم چلے جائیں گے یہ شافعی طریقہ ہے

دوسرا احناف کا طریقہ ہے

عند الاحناف اولا نسخ پھر ترجیح، تطبیق پھر توقف

توقف کا معنی یہ ہے کہ دونوں آیتیں یا دونوں حدیثیں ساقط یا متروک ہوجائیں گی اور ان سے نچلے درجے کی آیت کی طرف رجوع کیا جائیگا۔ مثال کے طور پر دوآیتوں میں تعارض آئے اور تینوں طریقوں میں سے کسی پر بھی عمل ممکن نہ ہو تو پھر حدیث کی طرف جائیں گے اور اگر احادیث میں تعارض آئے تو اس سے نچلے درجے کی حدیث یعنی قول صحابی یا قیاس کی کی طرف رجوع کیا جائیگا

سوال: قیاس اور قول صحابی میں کس کو ترجیح دی جائیگی

جمہور احناف کے نزدیک قول صحابی کو قیاس پر ترجیح دی جائیگی

حدیث مرفوع اور قیاس میں تعارض آجائے تو کسے ترجیح دی جائیگی

جمہور ائمہ کے نزدیک مرفوع حدیث کو ترجیح دی جائیگا قیاس پر، یہی مذہب ہے امام اعظم ابو حنیفہ کا اوع دیگر تینوں اماموں کا بھی

حدیث مرفوع کا مقام نہایت بلند ہے قیاس تو صرف رائے کا نام ہے اور رائے پر صرف اس وقت عمل کیا جائیگا جب حدیث موجود نہ ہو امام صاحب تو ضعییف حدیث کے آنے پر بھی قیاس کو ترک فرمادیتے ہیں ان کا قول ہے ماجاء عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلناہ علی الراس و العین، نیز ان کا قول ہے اذا جاء الحدیث مخالفا لرایی فاضربوا رایی عل الجدار

ان کا ایک اور قول اذا جاء حدیث صحیح فهو مذهبی۔

امام مالک کی طرف یہ قول منسوب کیا جاتا ہے کہ وہ حدیث مرفوع پر قیاس کو ترجیح دیتے ہیں مگر یہ درست نہیں ان کے نزدیک حدیث مرفوع مقدم ہے

عیسی ابن حبان کی طرف منسوب قول ہے کہ اگر حدیث کا راوی فقیہ ہو تو حدیث کو ترجیح ہوگی قیاس پر اور اگر حدیث کا راوی غیر فقیہ ہو تو قیاس کو ترجیح دی جائیگی۔ ان کا یہ قول باطل و مردود ہے افسوس کہ بعض متاخرین احناف نے ان کے قول کو ترجیح دی جیسا صاحب اصول شاشی اور صاحب نورالانوار جن کم ہم مقلد نہیں ہیں بلکہ امام صاحب کے مقلد ہیں

علامہ عینی رحمہ اللہ بھی اس قول کو مردود کہتے ہیں ابن ہمام نے بھی اسے شیطانی قول قرار دیا ہے اور یہ بڑی غلط فہمی کا باعث ہے۔

تمام محققین کے نزدیک حدیث قیاس پر مقدم ہے۔

مما مستہ النار کو رد کرنے کی وجہ صدر اول صحابہ کے درمیان اختلاف تھا کہ یہ ناقض وضو ہے یا نہیں، پھر بعد میں اجماع ہوا کہ یہ غیر ناقض ہے، دوسرا یہ ہیکہ یہ منسوخ ہے جس میں اس کی تصریح موجود ہے کہ یہ ناقض وضو نہیں، جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ کان آخر الامر من رسول اللہ ترک الوضوء مما غیرت النار

امام نووی فرماتے ہیں کہ چاروں ائمہ اس کے غیر ناقض ہونے پر متفق ہیں۔

اس حدیث میں وضو سے مراد وضوء لغوی ہے۔

ابن عباس نے اپنی رائے کیوں پیش کی؟ ان کا سوال اعتراض طالب علمانہ تھا نہ کہ ابو ھریرۃ کے رد پر

بعض روایات میں ابو ھریرہ کا ان کو ڈانٹنا بھی مذکور ہے اور ان کی روایت میں ما مستہ النار سے بظاہر مراد کھانا ہے۔

اور ان کا اعتراض حدیث پر نہیں بلکہ ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ کے فہم پر تھا کہ وہ اس کو غیر منسوخ ذکر کررہے تھے

مصراۃ تصریۃ سے پانی کے لیے بند باندھنا یا جمع کرنا

لاتُصَروا الابل والغنم فمن ابتاعھا بعد ذلک فھو بخیر النظرین بعد ان یحلبھا ان رضیھا امسکھا وان سخطھا ردھا وصاعا من تمر

ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک بعینہ اسی پر عمل ہوگا جبکہ امام صاحب کے نزدیک صرف نقصان میں رجوع ہے یعنی بائع سے بقدر نقصان پیسے واپس لے لےگا۔

صاحب اصول شاشی کے نزدیک امام صاحب کا اس حدیث پر عمل غیر فقیہ صحابی کی روایت خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے پے۔

خلاف قیاس اس لیے ہے کہ بدل دو قسم پر ہے، مثلیات اور ذوات القیم

اگر کوئی شخص دوسرے کی چیز ہلاک کرتا ہے تو اس پر ضمان آتا ہے مثلیات میں مثلی اور قیم میں قیمت

اور اس میں استعمال شدہ ضمان کے طور پر ایک صاع کھجور دینے کا حکم ہے اور یہ نا استعمال شدہ دودہ کا مثل صوری ہے اور نہ معنوی

صوری نہ ہونا تو ظاہر ہے اور معنوی (قیمت) بھی نہیں اس لیے کہ وہ قیمت ہوتی ہے اس میں یہ ممکن ہے کہ یہ صاع تمر دودہ کی قیمت میں دیا جارہا ہو اور دودہ کی کمی زیادتی ممکن ہونے کی وجہ سے کھجور کی تعداد بھی اسی حساب سے ہونی چاہیئے اور یہاں مطلق ایک صاع تمر دینے کا حکم ہے۔

صاحب کتاب کی یہ تقریر مردود ہے حقیقت ایسی نہیں ہے اور مصنف سے یہاں غلطی ہوئی ہے

امام صاحب کے ظاہر حدیث پر عمل نہ کرنے کی وجہ یہ ہیکہ یہ حدیث قرآن و سنت اور اجماع کے خلاف ہے۔

قرآن میں ارشاد ہے جزاء سئیۃ سیئۃ مثلھا، وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ، یہاں برابری نہیں ہے مشتری کے استعمال شدہ دودہ کے بقدر،

اسی طرح سنت مشہورہ میں یہ ہیکہ اخراج بالضمان یعنی کسی چیز کا نفع ضمان کی وجہ سے ہوتا ہے خراج سے مراد نفع، یعنی جو چیز آپ کی ضمانت میں ہو اس کے بدلے نفع بھی آپ اٹھاسکتے ہیں یہ نفع اس ضمان کے بدلے میں ہے اور وہ مصراۃ جانور قبضے کے بعد مشتری کے ضمان میں ہے اگر وہ اس کے قبضے میں ہلاک ہوا تو بالاتفاق مشتری پر پوری قیمت لازم ہوگی اور اس بات کا یہ تقاضہ یہ ہیکہ کہ مشتری پر کوئی ضمان نہیں کیونکہ اگرچہ اس نے نفع اٹھایا ہے مگر اپنے ضمان میں، مرنے کی صورت میں اس پرضمان تھا تو اس کی استعمال شدہ چیز کا کوئی ضمان نہیں ہوتا۔ اور یہ حدیث قانون کلی پر مشتمل ہے لہذا حدیث مصراۃ پر اس کو ترجیح حاصل ہوگی۔

یہ حدیث اجماع کے بھی خلاف ہے کیونکہ ضمان یا تو بالمثل ہوتا ہے یا بالقیمۃ، اور صاع تمر کسی قسم میں داخل نہیں کیونکہ نا تو یہ مثل ہے اور نہ قیمت۔

نیز اس حدیث کے الفاظ میں اضطراب ہے بعض میں صاع تمر، بعض میں دودھ کے برابر گندم اور بعض میں طعام اور بعض میں دگنی گندم دینے کا ذکر ہے لہذا یہ حدیث قابل استدلال نہیں

اور ہمارے نزدیک بھی یہ حدیث علی الاطلاق متروک نہیں ہے ہم دیانۃ عمل کرتے ہیں قضاء نہیں، کیونکہ آپ نے مصلحت کے طور پر یہ فرمایا کہ قضاء اگرچہ مصراۃ واپس نہیں کرسکتا مگر اخلاقی طور پر بائع کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ اس کو لے لے اور بائع کی دل شکنی دور کرنے کے لیے صاع تمر دینے کا بھی کہہ دیا گیا صلح اور محبت کے لیے۔